علم الکلام کے مانعین کی آراء کا تحقیقی جائزہ

محمد عبداللہ*

عبدالرؤف ظفر**

Abstract

Ilm al-kalam is a highly appreciated field of knowledge due to its prime importance in the beliefs of Islam. It not only encompass the issues of existence and attributes of Allah but also helps in understanding the Prophecy and the life hereafter. It is obligatory on every Muslim to know as a communal understanding of these issues. Similarly its significance is multiplied when some heretic persons tried to create doubts in basic Islamic beliefs. However, some scholars condemned the Ilm al-kalam. Indeed they have not condemned the Ilm al-kalam rather explained the basic purpose of Ilm al-kalam according to the Quran and Sunnah. They filtered out the misconceptions which are creating confusions the basic knowledge of Islamic beliefs.

Keywords: Ilm Al-kalam, Islamic Beliefs, Misconceptions

اسلام میں توحید، رسالت ونبوت اور آخرت پر ایمان بنیادی عقائد میں شامل ہیں، ان کی حقانیت روز اول ہی سے روشن آفتاب کی طرح بالکل واضح ہے، دوسری صدی ہجری میں ایک دور وہ آتا ہے جب کہ معاندین اسلام کے ایک گروہ نے اہل اسلام کے اذہان میں ان بنیادی عقائد کے بارے شکوک وشبہات پیدا کرنے شروع کر دیے، اس موقع پر اہل اسلام کا ایک طبقہ ان عقائد کے دفاع کے لیے مستعد نظر آتا ہے، جو حضرات متکلمین کے نام سے موسوم ہے، ان حضرات نے ملحدین، زنادقہ اور معاندین اسلام گروہوں کے پیدا کردہ شبہات کو سامنے رکھتے ہوئے عقائد اسلامیہ کا دفاع کیا، اور یہ ثابت کیا کہ اسلامی عقائد جہاں عین شریعت کے مطابق ہیں وہاں عقل کے بھی مطابق ہیں، ایسی عقلی توجیہات پیش کیں کہ جن سے ان لوگوں کے شبہات کا ازالہ ہوا۔ علم الکلام کی اہمیت کا اندازہ اس کے بنیادی مقاصد سے لگایا جاسکتا ہے، جیسا کہ ذیل میں اہل علم کی عبارات سے واضح ہوتا ہے، ان میں مختصر طور پر علم الکلام کی تعریف اور غرض وغایت پر ایک طائرانہ نظر ڈالی گئی ہے۔

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، سرگودھا یونیورسٹی، سرگودھا، لاہور کیمپس۔

** صدر، شعبہ علوم اسلامیہ، سرگودھا یونیورسٹی، سرگودھا، لاہور کیمپس۔

علم الکلام کی اہمیت:

علامہ شریف جرجانی حنفی نے علم الکلام کی یوں تعریف کی ہے:

هو علم يبحث فيه عن ذات الله تعالىٰ وصفاته واحوال الممكنات من المبدأ والمعاد على قانون الاسلام والقيد الاخير لاخراج العلم الالهى للفلاسفة[1]

"علم الکلام وہ علم ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور مبدا اور معاد کے ممکنہ احوال سے متعلق اسلام کے اصولوں کے مطابق بحث کی جاتی ہے۔"

علامہ سعد الدین تفتازانی شافعی علم الکلام کی تعریف یوں کرتے ہیں:

فان مبنى علم الشرائع والاحكام واساس قواعد عقائد الاسلام هو علم التوحيد والصفات الموسوم بالكلام[2]

"شرائع اور احکام کے علم کی بنیاد اور اسلام کے عقائد کے قواعد کی بنیاد وہ توحید وصفات "باری تعالیٰ" کا علم ہے جس کو علم الکلام سے موسوم کیا جاتا ہے۔"

پھر گویا کہ اسی کے خلاصہ کے طور پر چند صفحات کے بعد فرماتے ہیں: معرفة العقائد عن ادلتها التفصيلية[3] "عقائد کو ان کے تفصیلی دلائل سے جاننے کا نام علم الکلام ہے۔"

کسی بھی علم میں اس کے عوارض ذاتیہ سے بحث کی جاتی ہے اور وہی اس علم کا موضوع ہوتا ہے، اس لحاظ سے علم الکلام کا موضوع محمد بن احمد سفارینی حنبلی اس طرح بیان کرتے ہیں:

هو المعلوم من حيث يتعلق به اثبات العقائد الدينية[4] "اس علم کا موضوع وہ معلومات اس حیثیت سے کہ جو عقائد دینیہ کو ثابت کرنے سے متعلق ہوں۔"

---

[1] الجرجانی، علی بن محمد، الشریف، ابوالحسن، الحنفی، **کتاب التعریفات**، باب الکاف (لاہور: مکتبۃ رحمانیۃ، ط، س۔ن۔ ۱۱۸۴ء)، ۱۳۰

[2] التفتازانی، مسعود بن احمد، سعد الدین، **شرح العقائد**، (ملتان: کتب خانہ مجیدیہ، ط، س۔ن۔)، ۳

[3] التفتازانی، مسعود بن احمد، سعد الدین، **شرح العقائد**، ۵

[4] السفارینی، محمد بن احمد، الحنبلی، **کتاب لوامع الانوار البہیۃ وسواطع الاسرار لشرح درۃ المضیۃ فی عقد الفرقۃ المرضیۃ**، (دمشق: موسسۃ الخافقین ومکتب، ۱۹۸۰ء)، ۵۱۱

اس کی مزید وضاحت میں علامہ سفارینی لکھتے ہیں: جیسا کہ اس علم میں صانع کے احوال کے عوارض ذاتیہ "قدم، وحدت، قدرت اور ارادہ وغیرہ" سے بحث کی جاتی ہے۔ علامہ سفارینی کہتے ہیں کہ یہ موضوع اس معروف موضوع "ذات باری تعالیٰ کی ذات وصفات" کی نسبت زیادہ بہتر ہے۔ اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ہم عقائد اسلامیہ قواعد کلامیہ سے اخذ نہیں کرتے بلکہ قرآن کی نصوص اور احادیث نبویہ سے اخذ کرتے ہیں، جہاں تک قواعد کلامیہ کا تعلق ہے وہ تو ان گمراہ فرقوں کے شبہ کو دور کرنے کے لیے ہیں جو یہ طعنہ دیتے ہیں کہ عقائد اسلامیہ عقل کے خلاف ہیں۔[5]

اس علم کی غرض وغایت یعنی مقصد امام غزالی کی اس عبارت سے واضح ہوتا ہے فرماتے ہیں کہ:

"اما الکلام فمقصوده حماية المعتقدات التى نقلها اهل السنة من السلف الصالح لا غير"[6]

"علم الکلام کا مقصد ان عقائد کی حفاظت کرنا ہے جو اہل سنت کے سلف صالحین سے منقول ہوئے ہیں، اس کے علاوہ کچھ نہیں۔"

علم الکلام کے مانعین کے اہم اقوال:

علم الکلام کی اہمیت کے باوجود اس کی مذمت میں بعض ایسے اقوال بھی منقول ہیں، جس کی بنیاد پر بعض لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ علم الکلام سے مطلق طور پر اجتناب ہونا چاہیے، ان کی ایک طویل فہرست ہے، البتہ ان میں چند شخصیات کا ذیل میں ذکر کیا گیا ہے۔

ا۔ امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ :

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ: قاتل الله عمرو بن عبيد فانه فتح بابا من الكلام "اللہ تعالیٰ عمرو بن عبید (قدری، معتزلی) کو ہلاک کرے کہ اس نے علم الکلام کا دروازہ کھول دیا۔"[7]

---

[5] ملخص، السفارینی، محمد بن احمد، الحنبلی، **کتاب لوامع الانوار البہیہ وسواطع الاسرار لشرح درۃ المضیۃ فی عقد الفرقۃ المرضیۃ**، ۵:۱

[6] الغزالی، محمد بن محمد، ابو حامد، الامام، **احیاء العلوم الدین**، (القاہرۃ: دار الشعب، ط۔ س۔ ن)، ۶۸:۱

[7] المرجانی، ہارون بن بہاؤالدین، شہاب الدین، **ناظورۃ الحق فی فرضیۃ العشاء وان لم یغب الشفق**، (دہ قزان: مطبوعۃ خزانۃ، ۱۸۷۰ء)، ۱۰۔۱۱

۲۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ:

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ: العلم بالکلام جهل والجهل بالکلام علم "علم الکلام کا علم جہل ہے اور علم الکلام سے جہالت علم ہے۔"[8]

۳۔ امام مالک بن انس رحمہ اللہ:

امام مالک فرماتے ہیں کہ: ایاکم والبدع ای اتقوا من الجهلة قیل ومن البدع قال الکلام الذین یتکلمون فی ذات الله وصفا ته ولا یسکتون عما سکت عنه السلف[9]

"اہل بدعت سے بچو یعنی جہالت سے، پوچھا گیا کہ وہ اہل بدعت کون ہیں؟ فرمایا کہ وہ اہل کلام جو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کلام کرتے ہیں، اور اسلاف نے جن باتوں سے سکوت کیا ہے وہ ان پر سکوت نہیں کرتے۔"

۴۔ امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ:

امام عبد الرحمن بن ابی حاتم رازی نے امام شافعی کی سوانح میں ایک مکمل فصل قائم کی ہے جس میں انہوں نے امام شافعی کے وہ اقوال جمع کئے ہیں جو انہوں نے علم الکلام کی مذمت میں ذکر کیے ہیں ان میں سے چند اقوال ذیل میں ذکر کیے گئے ہیں:

امام ابو حاتم رازی کہتے ہیں کہ: مجھے ربیع بن سلیمان مرادی نے روایت بیان کی کہ میں نے دیکھا کہ امام شافعی سیڑھی سے اتر رہے تھے، اس مجلس میں ایک جماعت علم الکلام کے کسی موضوع پر بحث کر رہی تھی، تو آپ نے فرمایا کہ یا تو تم خیریت سے ہمارے ہمسائے بنے رہو (یعنی یہ کلامی بحث ختم کر دو) یا (اگر یہ کلامی بحث ختم نہیں کرتے تو) ہم سے دور چلے جاؤ۔"[10]

دوسری روایت ہے کہ اسماعیل بن یحییٰ مزنی کہتے ہیں کہ: کان مذهب الشافعی الکراهیة فی الخوض فی الکلام[11]

"امام شافعی کا مذہب یہ تھا کہ علم الکلام میں غور وفکر کرنا پسندیدہ نہیں۔"

---

[8] المرجانی، ھارون بن بہاؤالدین، شہاب الدین، **ناظورة الحق فی فرضیة العشاء وان لم یغب الشفق**، ۱۰۔۱۱

[9] ایضاً، ۱۰۔۱۱

[10] ابو حاتم رازی، عبد الرحمن، ابو محمد، **آداب الشافعی ومناقب**، (بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیة، ۲۰۰۳ء)، ۱۴۱

[11] ایضاً، ۱۴۴

علامہ شہاب الدین مرجانی امام شافعی کا ایک قول نقل کرتے ہیں کہ:لان القی اللہ تعالی بکل ذنب ماخلا الشرک احب الی من ان القاہ بشیء من الکلام [12]**"میں اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کروں کہ شرک کے سوا کوئی گناہ نہ ہو یہ مجھے اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں اس طرح ملاقات کروں کہ میرے پاس علم الکلام کا کچھ حصہ ہو۔"**

۵۔امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ:

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ:لایفلح صاحب الکلام ابدا [13]

"صاحب علم الکلام کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔"

اسی طرح دکتور عبد العزیز بن احمد نے براءۃ الائمۃ الاربعۃ من مسائل المتکلمین المبتدعۃ **کے عنوان سے مقالہ تحریر کیا جس میں ائمہ اربعہ کی متکلمین مبتدعہ سے براءۃ کو ثابت کیا گیا ہے۔** [14]

٦۔ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ:

حافظ ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ :من اشتغل بالکلام محی اسمہ من العلماء **"جو علم الکلام میں مشغول ہوا اس کا علماء میں سے نام محو ہو گیا۔"**[15]

۷۔شمس الائمۃ الحلوانی رحمہ اللہ:

امام شمس الائمہ حلوانی فرماتے ہیں کہ:یکرہ الصلاۃ خلف المتکلم ولوبحق **"متکلم خواہ حق پر ہو پھر بھی اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔"**[16]

۸۔ابو عمر بن عبد البر رحمہ اللہ:

ابو عمر بن عبد البر کہتے ہیں کہ: اجمع اھل الفقہ والآثار من جمیع اھل الامصار ان اھل الکلام اھل بدع وزیغ لایعدون عند الجمیع فی طبقات العلماء،وانما العلماء اھل الاثر والمتفقہ فیہ

---

[12] المرجانی،ھارون بن بہاؤ الدین،شہاب الدین، **ناظورۃ الحق فی فرضیۃ العشاء وان لم یغب الشفق**، ١٠-١١

[13] ایضاً، ١٠-١١

[14] الحمیدی،عبد العزیز بن احمد، تلخیص، **براءۃ الائمۃ الاربعۃ من مسائل المتکلمین المبتدعۃ**،(القاہرہ: دار ابن عفان، ط ١٩٩٩ء)، ٢٤

[15] ایضاً، ١٠-١١

[16] ایضاً

"تمام شہروں کے فقہاء و محدثین کا اجماع ہے کہ بے شک اہل کلام اہل بدعت اور کج رو ہیں، کسی کے نزدیک بھی ان کا علماء کے طبقات میں شمار نہیں کیا جا سکتا، اور بے شک علماء تو محدثین اور فقہاء ہیں۔"[17]

۹۔ احمد بن اسحاق مالکی رحمہ اللہ:

امام احمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ: اهل الاهواء والبدع عند اصحابنا هم اهل الكلام "ہمارے علماء کے نزدیک اہل اہوا اور اہل بدعت وہ اہل کلام ہی ہیں۔"[18]

۱۰۔ عبد اللہ الانصاری الہروی رحمہ اللہ:

آپ نے علم الکلام والوں کی مذمت میں پانچ جلدوں میں تفصیلی کتاب لکھی، اور علماء کلام سے کوئی حدیث نہ نقل کی، ان کے نزدیک اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے نزدیک وہ لوگ صفت عدالت سے خارج ہو چکے تھے۔[19]

متکلمین کی ترک علم الکلام کی وصایا:

بعض متکلمین نے علم الکلام کے ترک کرنے کی بھی وصیتیں کی ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱۔ امام جوینی رحمہ اللہ ۴۷۸ھ:

امام جوینی رحمہ اللہ متکلمین میں سے ہیں، انہوں نے علم الکلام پر بہت کام کیا، بہت سی تالیفات بھی کیں، لیکن موت کے وقت آپ نے اس سے اجتناب کی وصیت فرمائی کہ: یااصحابنا لاتشتغلوابعلم الکلام "اے میرے ساتھیو تم علم الکلام میں مشغول مت ہونا۔"[20]

۲۔ امام غزالی رحمہ اللہ ۵۰۵ھ:

اسی طرح امام غزالی جن کی علم الکلام پر کافی تالیفات بھی موجود ہیں، آپ نے آخر عمر میں ایک کتاب تالیف کی جس میں اہل علم کو علم الکلام سے اجتناب کی تلقین فرمائی، اس کتاب کا نام "الجام العوام عن علم

---

[17] ابن قدامہ، عبد اللہ بن احمد، حنبلی، **تحریم النظر فی کتب الکلام**، (الریاض: دار عالم الکتب، ط ۱۹۹۰ء)، ۴۱

[18] ابن قدامہ، عبد اللہ بن احمد، حنبلی، **تحریم النظر فی کتب الکلام**، ۴۲

[19] ہروی، عبد اللہ بن محمد، الانصاری، **ذم الکلام واہلہ**، (مکتبۃ الغرباء الاثریۃ، ط، س۔ن)

[20] ابن قدامہ، عبد اللہ بن احمد، حنبلی، **تحریم النظر فی کتب الکلام**، ۱۸۔۱۹

الکلام'' ہے[21] **آپ اپنی ایک تصنیف** ''المنقذ من الضلال'' **میں فرماتے ہیں کہ**:ولم یکن علم الکلام فی حقی کافیا ولالدائی الذی کنت اشکو منه شافیا،ولم یکن فی کتب المتکلمین الا کلمات معقدة مبددة،ظاہرة التناقض والفساد'' **علم الکلام میرے حق میں کافی نہیں ہے اور نہ ہی جس مرض کی مجھے شکایت ہے اس کے لیے شافی ہے اور متکلمین کی کتب میں مشکل اور منتشر کلمات ہوتے ہیں جن کا تناقض اور فساد ظاہر ہوتا ہے۔**''[22]

اسی طرح ملا علی قاری نے شرح فقہ الاکبر کے مقدمہ میں بعض ایسے اہل علم حضرات کا ذکر کیا کہ جو باوجود متکلمین میں شمار ہونے کے انہوں نے اس سے دور رہنے کی ترغیب دی، جن میں علامہ عبدالکریم شہرستانی، ابن رشد الحفید، امام خونجی اور امام سیف الدین آمدی وغیرہ ہیں۔[23]

۳۔امام رازی رحمہ اللہ۶۰۶ھ:

اسی طرح امام رازی جن کی زندگی کا ایک معتد بہ حصہ کلامی خدمات میں گزرا فرماتے ہیں کہ:لقد تاملت الطرق الکلامیة والمناهج الفلسفية فما رايتهاتشفی عليلا ولاتروی غليلا الی ان قال ومن جرب مثل تجربتی عرف مثل معرفتی'' **میں نے کلامی طرق اور فلسفیانہ مناہج میں غور وخوض کیا تو میں نے ان کو دیکھا کہ جو نہ کسی بیمار کو شفا دے سکتے ہیں اور نہ کسی پیاسے کی پیاس بجھا سکتے ہیں، یہاں تک کہ امام رازی فرماتے ہیں کہ جس نے بھی میرے جیسا تجربہ کیا تو اس نے میری ہی طرح کا نتیجہ پایا۔**''[24]

یہ ان چند علماء کے اقوال ذکر کیے ہیں جو علم الکلام کی مذمت میں منقول ہیں، اگرچہ اور بھی بہت سے علماء کے اقوال ملتے ہیں لیکن بطور نمونہ کے چند اقوال نقل کیے ہیں، اگرچہ اس موضوع پر ملا علی قاری، سراج الدین قزوینی، ابن قدامہ مقدسی، ابوالبرکات خیر الدین نعمان بن محمود آلوسی وغیرہ کی اس موضوع پر مستقل تالیفات کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔

---

[21] ابراہیم امین محمد، مجموعة رسائل الامام الغزالی، **الجام العوام عن علم الکلام**،(القاہرہ:المکتبة التوفیقیة،ط،س۔ن)،۳۱۹

[22] غزالی، محمد بن محمد، ابو حامد، **المنقذ من الضلال**، تحت عنوان الفلسفة،(بیروت، لبنان: دارالاندلس،ط،۱۹۶۷ء)، ۷۴

ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد، حنبلی، **تحریم النظر فی کتب الکلام**،۱۸۔۱۹

[23] القاری، ملا علی بن سلطان، **شرح الفقہ الاکبر**،(ملتان: مکتبہ حقانیہ،ط،س۔ن)،۶۔۷

[24] ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد، حنبلی، **تحریم النظر فی کتب الکلام**،۱۸۔۱۹

علم الکلام کی ضرورت اور معروضی حالات، ایک تاریخی پس منظر:

علم الکلام کے مخالفین کے اقوال کی وجوہات جاننے سے قبل علم الکلام سے متعلق کچھ معروضی حالات کا جاننا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے، اس تاریخی پس منظر سے امید ہے کہ بات قابل فہم ہو سکے گی۔

علم الکلام کی ابتدا کے بارے میں علامہ تفتازانی لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقائد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے اور تابعین کے عقائد بھی عہد نبوی کے قرب کی وجہ سے خالص اور مصفی ومجلی تھے، کیونکہ بہت زیادہ حادثات وواقعات بھی پیش نہ آتے تھے، اور اگر کبھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ حضرات اپنے بڑے علماء سے رجوع کر لیتے تھے، اس چیز نے ان حضرات کو علم الکلام اور علم الفقہ کی باقاعدہ تدوین سے مستغنی کر دیا تھا، کہ وہ ان علوم کو باقاعدہ ابواب وفصول کے ساتھ ان کے اصول اور فروع کی ترتیب کے ساتھ مدون کریں۔

یہاں تک کہ جب مسلمانوں میں حادثات اور فتنے بڑھنے لگے اور دین کے ائمہ کے خلاف بغاوتیں ہونے لگیں، اور اختلاف آراء واقع ہوا، لوگوں کا بدعت اور خواہشات کی طرف میلان ہونے لگا، اور فتاوی اور واقعات کی کثرت ہوگئی، لوگ علماء کی طرف اہم معاملات میں رجوع کرنے لگے، تو اس وقت اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ علم الکلام اور علم اصول الفقہ کو باقاعدہ ابواب وفصول کے ساتھ اور اصولوں کی ترتیب کے ساتھ مرتب ومدون کیا جائے، کیونکہ اب مسائل کی کثرت ہوگئی اور فروعات کی قلت واقع ہوئی، اس موقع پر تدوین وترتیب کے ساتھ ساتھ علوم وفنون کی اصطلاحات بھی وضع کی گئیں۔[25]

مسلمانوں کے اپنے اصلی علوم وفنون تو قرآن وحدیث اور زیادہ سے زیادہ ان کے متعلقات اور مبادی تھے، اموی دور میں رومی فتوحات اور پھر نو مسلموں سے تعلقات نے انہیں یونانی فکر سے روشناس کرایا، کیونکہ ابھی تک یونانی کتب کے تراجم نہ ہوئے تھے، البتہ جن لوگوں کو ان تراجم کرنے والے لوگوں سے براہ راست واسطہ (بحث ومباحثہ وغیرہ کی صورت میں) پڑا تو پھر ان کو کچھ تعارف ہوا، عمومی طور پر اموی دور میں خالد بن یزید (۸۵ھ) کی شخصیت نظر آتی ہے، جس نے ایک یونانی مفکر موریئے نس سے علم کیمیا میں استفادہ کیا، موریئے نس یونانی علوم

---

[25] التفتازانی، مسعود بن عمر، سعد الدین، **شرح العقائد**، (ملتان: مکتبہ مجیدیہ، ط، س۔ن)، ۴

وفنون کے مرکز اسکندریہ سے تعلق رکھتا تھا، اموی دور کے آخر میں اسلامی عقائد پر بھی یونانی فکر کے اثرات ظاہر ہونے لگے۔[26]

عباسی دور میں جب یونانی تراجم کا دور شروع ہوا، عربوں کو براہ راست اس سے واسطہ پڑا، پھر سرکاری طور پر بیت الحکمت جیسے ادارے قائم ہوگئے جنہوں نے ان تراجم کی باقاعدہ سرپرستی کی۔ اور مسلمانوں میں فلسفہ کی کتابوں کے تراجم کے اثرات مرتب ہوئے، اور مسلم فلاسفہ کے سلسلے کا آغاز ہوا، یعقوب بن اسحاق کندی(۲۶۰ ھ)، ابو نصر محمد فارابی(۳۳۹ھ) اور ابو علی حسن بن عبد اللہ ابن سینا(۴۲۸ھ) وغیرہ جیسے فلاسفہ کا سلسلہ جاری ہوا، اور اس یونانی فکر نے مسلم فکر کو بہت متاثر کیا، حتی کی عقائد، تفسیر اور اصول فقہ پر بہت اثرات ڈالے۔ پھر معتزلہ چونکہ سب سے زیادہ فلسفہ سے متاثر تھے، ان کی طرف سے خاص طور پر بعض کلامی مسائل نے اس کے اثرات میں مزید اضافہ کردیا، پھر جب ان کو عباسی دور میں مامون وغیرہ جیسے افراد کی سرکاری سرپرستی حاصل ہوگئی تو اس وجہ سے اس نے مزید ترقی کی۔ پھر برصغیر میں علم الکلام، منطق اور فلسفہ عمومی طور پر باہم مخلوط صورت میں آئے۔[27]

مناع القطان لکھتے ہیں: کہ دورِ عباسی یہ وہ دور ہے کہ جس میں اہل علم کی ایک بڑی جماعت یونانی فلسفہ سے استفادہ کرتی رہی، حتی کہ اسلامی عقائد وغیرہ میں بھی اس کے اثرات مرتب ہوئے، اسی دور میں بعض زنادقہ بھی نمودار ہوئے، جن سے دفاع کے لیے بہت سے اہل علم اٹھ کھڑے ہوئے، لیکن ان میں ایک بڑی تعداد ان علماء کی تھی جو صحابہ کرام، تابعین اور سلف صالحین کے طریق استدلال سے صحیح طور پر واقف نہ تھے، یا ان پر یونانی فلسفہ کا رنگ غالب تھا، یہی وجہ تھی کہ انہوں نے عقائد وغیرہ میں استدلال کے لیے فلسفیانہ مسائل اور عقلی قیاسات کو ذریعہ بنایا۔[28]

عبد العزیز بن احمد لکھتے ہیں: جس کا حاصل یہ ہے کہ: جب عباسی خلیفہ مامون کا دور تھا جو ۸۱۲ھ سے ۸۹۱ھ تک محیط ہے، جس میں منطق اور یونانی فلسفہ کی کتابوں کی تعریب ہوئی، جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کے بہت سے گروہ اپنے عقائد میں کلامی طریقہ کے مقلد ہوگئے، علم الکلام کا تعارف ہوا، اور متکلمین نے اسلامی عقائد کو منطق

---

[26] ملخص، عبد السلام خان، **برصغیر کے علمائے معقولات اور ان کی تصنیفات**، (پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ط، ۱۹۹۶ء)، ۱

[27] ملخص، عبد السلام خان، **برصغیر کے علمائے معقولات اور ان کی تصنیفات**، ۲

[28] ملخص، مناع القطان، **تاریخ التشریع الاسلامی**، (القاہرۃ: مکتبہ وہبہ)، ۳۶۴

قواعد کے مطابق ڈھالنے کی سعی کی، جس کی وجہ سے عقائد میں بہت سے فسادات بھی آگئے، پھر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان متکلمین نے کتاب و سنت کی نصوص میں ایسی تاویلات کیں کہ جو اس کے ظاہر کلام سے بھی مطابقت نہ رکھتی تھیں۔[29]

مولانا ابوالحسن علی ندوی رقمطراز ہیں کہ ابوالحسن اشعری کے بعد ان کے متبعین میں جو تبدیلیاں رونما ہوئیں مولانا ابوالحسن علی ندوی ان کا جائزہ لیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان کے پیرو رفتہ رفتہ لکیر کے فقیر بن گئے اور علم کلام میں بھی بجائے تجدید و اجتہاد کے نقل در نقل کا سلسلہ شروع ہو گیا، جن لوگوں نے زمانہ کی تبدیلی کا احساس کیا اور جدت سے کام لیا انہوں نے فلسفہ کی اصطلاحات اور فلسفیانہ طرز استدلال کو علم کلام میں داخل کر لیا جو نہ قرآن مجید کے طریق استدلال کی طرح فطری، عام فہم اور دلکش تھا، نہ ان کے دعاوی کے ثبوت کے لیے قطعی دلائل فراہم کرتا تھا، اس میں خود قیل و قال کی بڑی گنجائش تھی اور ہر وقت اس کا خطرہ تھا کہ اس کے مقدمات کو کمزور اور مشکوک ثابت کر دیا جائے، اس طرح نہ انہوں نے اہل سنت اور مسلک سلف کی صحیح نمائندگی کی، نہ خالص فلسفہ کے حلقوں میں احترام و عظمت حاصل کی۔

دوسری طرف مامون کی قدردانی اور دلچسپی اور مترجمین کی محنت اور توجہ سے سریانی، یونانی اور فارسی سے یونانی فلسفہ کی بکثرت کتابیں خصوصاً ارسطو کی تصانیف عربی میں منتقل ہو گئیں تھیں، اور وہ تیز طبیعت اور خام عقلیت مسلمانوں پر بڑا اثر ڈال رہی تھیں۔[30]

ابوالحسن ندوی امام غزالی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ فلسفہ کے اثرات سے بہت سے مدعیان تصوف کی گمراہی، بہت سے علماء کی بے عملی اور متکلمین کی غلط اور کمزور نمائندگی کی وجہ سے اکثر طبقات کا ایمان متزلزل ہو چکا ہے، اور عقائد پر اچھا خاصا اثر پڑ چکا ہے، بہت سے فلسفہ زدہ لوگ ظاہری احکام کے پابند بھی ہیں لیکن نبوت اور دین کی حقیقت پر ان کا ایمان نہیں ہے، بعض لوگ محض جسمانی ورزش کے خیال سے نماز پڑھتے ہیں، بعض محض سوسائٹی اہل شہر کی عادت کی پیروی، اور اپنی حفاظت کے لیے، میں نے دیکھا کہ میں ان شبہات کو دور کرنے کی صلاحیت رکھتا ہوں اور بآسانی اس پر قادر ہوں اور یہی وقت کا فریضہ

---

[29] الحمیدی، عبدالعزیز بن احمد، تلخیص، **براءۃ الائمۃ الاربعۃ من مسائل المتکلمین المبتدعۃ**، (القاہرہ: دار ابن عفان، ط۱۹۹۹ء)، ۲۴

[30] ندوی، ابوالحسن، مولانا، **تاریخ دعوت و عزیمت**، (کراچی: مجلس نشریات اسلام، ط۔س۔ن)۱۱۹:۱۔۱۲۰

ہے، میں نے اپنے دل میں کہا کہ تجھے یہ خلوت وعزلت کب جائز ہے۔ میں نے چند اہل قلوب اور اہل مشاہدات سے بھی اس بارے میں مشورہ کیا انہوں نے بھی بالاتفاق مجھے ترک عزلت کا مشورہ دیا۔[31]

مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں کہ امام غزالی رحمہ اللہ نے جو مجددانہ کام انجام دیا، اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ فلسفہ اور باطنیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کا مقابلہ اور اسلام کی طرف سے ان کی بنیادوں پر حملہ۔

۲۔ زندگی و معاشرت کا اسلامی واخلاقی جائزہ اور ان کی تنقید واصلاح۔[32]

علم الکلام کی دو صورتیں ہیں ایک محمود اور دوسری مذموم جیسا کہ دکتور علی عبد الفتاح ایک طویل بحث کے بعد لکھتے ہیں:

علم الکلام دو قسم کا ہے، ایک وہ ہے جو محمود ہے اور دوسرا مذموم ہے، محمود علم الکلام وہ ہے جس میں وہ خاص مباحث شامل ہوں جو اللہ تعالیٰ کے واجب الوجود اور اس کی صفات کو اسلامی قانون کے مطابق ثابت کرنے سے متعلق ہوں، اسی طرح جو نبوت اور آخرت کو اسلامی اصولوں کے مطابق ثابت کرنے سے متعلق ہوں، اور یہ مسائل شریعت کے بنیادی علوم میں سے ہیں، اس میں ایمانیات کے تفصیلی عقائد کی ابحاث شامل ہیں۔ یہ وہ مباحث ہیں جو کتاب وسنت کی تقویت کے لیے ہیں، اس کے مخالف نہیں ہیں، ان میں کوئی حرمت یا کراہت نہیں ہے۔ بلکہ ان مسائل کا اجمالی طور پر جاننا ہر مسلمان پر فرض عین ہے اور تفصیلی طور پر جاننا فرض کفایہ ہے۔ اسی طرح علم الکلام کی اباحت کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ جب عقائد کے اصولوں میں شکوک وشبہات کا ازالہ مقصود ہو، اور مبتدعین کے شبہات کے جوابات دینے اور ان کے استدلالات کو رد کرنے کی حاجت متوجہ ہو۔[33]

البتہ جہاں تک مذموم علم الکلام کا تعلق ہے تو اس کے بارے لکھتے ہیں۔ پس وہ کلام ہے جو کتاب وسنت کے خلاف ہے جیسا کہ ایسے مسائل داخل کردینا جو کتاب وسنت سے موافق نہ ہوں یا مسائل کو ایسے طریقہ سے ثابت کرنا جو کتاب وسنت کے خلاف ہو۔[34]

---

31 ندوی، ابوالحسن، مولانا، **تاریخ دعوت وعزیمت**، (کراچی: مجلس نشریات اسلام، ط۔ س۔ ن)، ۱۳۸:۱۔۱۳۹

32 ندوی، ابوالحسن، مولانا، **تاریخ دعوت وعزیمت**، (کراچی: مجلس نشریات اسلام، ط۔ س۔ ن)، ۱۴۱:۱

33 علی عبد الفتاح، المغربی، الدکتور، **الفرق الکلامیۃ الاسلامیۃ**، مدخل، (القاہرۃ: دراسۃ، مکتبۃ وہبۃ، ۱۹۹۵ء)، ۱۰۸

34 عثمانی، شبیر احمد، مولانا، **العقل والنقل**، (لاہور: ادارہ اسلامیات، ط اول ۱۹۹۰ء)، ۴۵۔۴۶

اہل علم کے اقوال کی روشنی میں مانعین علم الکلام کی آراء کا تحقیقی جائزہ:

علم الکلام کے متعلق اہل علم کی آراکے مابین محاکمہ اسی قبیل سے تعلق رکھنے والے اہل علم متکلمین جس انداز میں کر سکتے ہیں شاید کوئی دوسرا نہیں کر سکتا، لہٰذا متکلمین اہل علم ہی کے اقوال کی روشنی میں ان کی توجیہات اور علم الکلام کا مقصد اور اس کا مصداق معلوم ہو گا۔

اس سلسلے میں درج ذیل اہل علم کی تحقیقات پیش خدمت ہیں:

علامہ ابن تیمیہ کا نقطۂ نظر:

علامہ ابن تیمیہ متکلمین کے کلام کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:ان لیس کل مایقوله المتكلمون حقا،بل کل ماجاء به الرسول فهوحق،وماقاله المتكلمون وغيرهم مماخالف ذلک فهو باطل ۔ وقدعرف ذم السلف والائمة لاهل الكلام المحدَث المشتمل على الباطل المخالف للكتاب والسنة وقد بسط الكلام عليهم فى غير هذ االموضع ومر ان الكلام المذموم الذى ذمه السلف الطيب اتباع الصحابة والتابعين لهم باحسان هو الكلام الباطل،وهو المخالف لماجاء به الرسول۔[35]

"متکلمین نے جو کچھ کہا وہ سب درست نہیں کہا جاسکتا، بلکہ جو رسول لے کر آئے اس کے مطابق جو کہا وہ درست ہے۔اور جو متکلمین وغیرہ نے اس کے علاوہ کوئی بات کہی ہے وہ باطل ہے، سلف اور اہل کلام کے ائمہ سے جو مذمت منقول ہے وہ ایسی باتوں کے بارے میں ہے جو باطل پر مشتمل ہیں اور کتاب وسنت کے خلاف ہیں۔ اس موضوع پر دوسرے مقام پر تفصیلی بحث موجود ہے، اور یہ بات بھی گزر چکی ہے کہ وہ مذمت جو ان سلف صالحین نے کی جنھوں نے صحابہ وتابعین کی محمود طریقہ سے اتباع کی وہ اس باطل کلام کے بارے میں ہے جو رسول کی تعلیمات کے خلاف ہے۔"

امام غزالی کا نقطۂ نظر:

ایسے موقع پر جب کہ دونوں قسم کی آراء سامنے آرہی ہوں ان میں وہ آراء بھی ہیں کہ جن سے علوم عقلیہ کو فوقیت دی جارہی ہو اور وہ اقوال بھی ہیں کہ جن میں علوم نقلیہ کو فوقیت دی جارہی ہے اور علوم عقلیہ کی مذمت کی جارہی ہے اس موقع پر علامہ شبیر احمد عثانی اپنی تالیف العقل والنقل میں لکھتے ہیں کہ:

---

35 عثانی، شبیر احمد، مولانا، **العقل والنقل**،(لاہور:ادارہ اسلامیات، طاول ۱۹۹۰ء)،۱۰۹

ان متعارض اقوال کو یاد کرلو جن کے سلجھانے میں تم سخت پریشان تھے اور جن کی کوئی درست توجیہہ تم سے بن نہ پڑتی تھی اور اخیر میں امام صاحب کی اس زریں نصیحت کو خوب یاد کرلو۔[36]

اس کے بعد امام غزالی کی عبارت نقل کرتے ہیں جس کا ترجمہ انہی کے الفاظ میں یہ ہے۔

نہ عقل کو نقل سے استغناء اور نہ نقل عقل سے بے نیاز ہے جیسا کہ عقل کو معزول کر کے محض تقلید کی طرف بلانے والا جاہل ہے اسی طرح وہ شخص بھی دھوکہ میں ہے جو قرآن وسنت کے انوار سے علیحدہ ہو کر صرف اپنی عقل پر بھروسہ کرے تو تم کو ان دونوں گروہوں میں سے کسی میں بھی داخل نہ ہونا چاہیے، بلکہ عقل و نقل کا جامع بننا چاہیے، کیونکہ علوم عقلیہ عقل کی غذا اور علوم شرعیہ اس کی دوا ہیں، اور جو مریض دوا کا استعمال نہ کرے اس کو غذا کے استعمال سے نقصان پہنچ جاتا ہے، یہی حالت دل کے امراض کی ہے کہ ان کا علاج شرعی دواؤں سے یعنی ان عبادات اور اعمال سے ہی ہو سکتا ہے جن کو انبیاءؑ نے اس کام کے لیے ترکیب دیا ہے، پس جس کا دل بیمار ہو اور وہ طب شرعی کے بموجب اس کا معالجہ بھی نہ کرے اور علوم عقلیہ کو اپنے حق میں کافی سمجھے وہ اسی طرح ہلاک ہو گا جس طرح بیمار آدمی غذا سے ہلاک ہو جاتا ہے، باقی جو لوگ سچے علوم عقلیہ کو علوم شرعیہ کے خلاف تصور کرتے ہیں اور دونوں میں تطبیق کو محال سمجھتے ہیں یہ ان کا خیال اس وجہ سے ہے کہ ان کی بصیرت کی آنکھیں اندھی ہیں، خدا کی پناہ۔[37]

علامہ تفتازانی اور صاحب نبراس کا نقطۂ نظر:

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں کہ:ومانقل عن السلف من الطعن فيه والمنع عنه فانماهوللمتعصب فی الدين والقاصر عن تحصيل اليقين والقاصد الى افساد عقائد المسلمين والخائض فيما لايفتقراليه من غوامض المتفلسفين والافكيف يتصور المنع عماهواصل الواجبات واساس المشروعات۔[38]

---

[36] ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، تقی الدین، ابوالعباس، الحرانی (۷۲۸ھ)، **الرد علی المنطقیین**، (بیروت، لبنان: موسسة الريان، بیروت، ط، ۲۰۰۵ء)، ۵۵۶

[37] الغزالی، محمد بن محمد، ابوحامد، الامام، **احیاء العلوم الدین**، تحت بیان حال القلب، (بیروت، لبنان: دارالمعرفۃ، ط، س۔ن)، ۳:۱۷، العقل والنقل، ۴۶

[38] التفتازانی، **شرح العقائد للنسفی**، ۷

مولانا عبد العزیز پرہاروی اس کتاب کی شرح النبراس میں اس عبارت کی یہ تشریح کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ ممانعت چار قسم کے افراد کے لیے ہے۔

۱۔ جو شخص دین میں تعصب رکھتا ہو یعنی جو حق بات کے واضح ہو جانے کے بعد بھی محض عناد کی وجہ سے اس حق بات کی اتباع نہ کرتا ہو۔اس صورت میں کلام کرنا اس کو مناظرہ میں تقویت دے گا اور اس کا تعصب مزید بڑھے گا۔

۲۔ جو شخص ذہین و عقلمند نہ ہو، تو وہ دلائل اور مسائل کی حقیقت کو نہ پہنچ سکے گا، تو اس کی عقل استدلالی یقین (جو یقین دلائل سے حاصل ہو) حاصل کرنے سے قاصر رہے گی، ایسا شخص اگر علم الکلام میں مشغول ہو گا تو اس کا ایمان تشویش میں پڑ جائے گا۔

۳۔ وہ شخص جو کمزور مسلمانوں میں کلامی شکوک و شبہات ڈالنے کا ارادہ کرتا ہو، جیسا کہ بعض ملحدین نے دین میں فساد ڈالنے کے لیے کلامی ابحاث میں لوگوں کو الجھا دیا۔

۴۔ وہ شخص جو فلسفہ کی باریکیوں میں جا گھستا ہے، اور ایسی چیزوں میں الجھنے کی کوشش کرتا ہے جن کی اسلامی عقائد میں کوئی احتیاج نہیں ہوتی، کیونکہ فلسفہ کی بہت سی مباحث ایسی ہیں کہ جن کا عقائد کی ابحاث سے کوئی تعلق نہیں ہے۔[39]

اس سے معلوم ہوا کہ اہل علم حضرات نے مطلق علم الکلام کی مذمت نہیں کی بلکہ خاص خاص صورتوں میں اس کی مذمت کی ہے ورنہ تو یہ ایسا علم ہے کہ اس کی صحیح سمت دین کی اساس ہے۔

امام فخر الدین رازی کا نقطہ نظر:

یہ بات واضح ہے کہ علم الکلام افضل اور اشرف علوم میں سے ہے جس پر دین اسلام کے عقائد کی بنیاد ہے، اور دوسرے طرف امام شافعی رحمہ اللہ فقیہ اور مجتہد بھی ہیں، پھر آپ کی طرف سے علم الکلام کی اس قدر مذمت کیوں نظر آتی ہے، امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے ان دونوں باتوں میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ۔

۱۔ اس زمانہ میں خلق قرآن کا مسئلہ بہت بڑا فتنہ بن کر پھیل گیا، اور اہل بدعت نے اس وقت کے سلطان سے بھی اعانت طلب کی، اور اہل حق پر ظلم ہونے لگے، محققین کے دلائل کی طرف کوئی توجہ نہ دی جاتی تھی، پس

---

[39] الفرہاروی، عبد العزیز، مولانا، **النبراس شرح شرح العقائد للنسفی**، (ملتان: مکتبہ حقانیہ، ط، س۔ن)، ۲۴

جب امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ دیکھا کہ اس وقت لوگ اللہ کی رضا کے لیے بحث ومباحثہ نہیں کر رہے بلکہ محض دنیا اور سلطنت کے لیے کر رہے ہیں تو آپ نے ان سے اعراض فرمایا، اور جو ان کلامی ابحاث میں مشغول ہوا اس کی مذمت فرمائی۔

۲۔ یہ مذمت اس کلام کے بارے میں تھی جو اہل بدعت دین کے اصولوں میں تاویلات فاسدہ کرتے تھے، یعنی دین کا ایک ثابت شدہ حکم ہے اس میں ایسی تاویلات کرنا کہ جس سے اصول سے ثابت شدہ حکم میں فساد لازم آئے۔

۳۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ممکن ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب میں قرآن کریم میں موجود دلائل پر اکتفا کرنا واجب ہے، اور ایسی ابحاث میں مشغول ہونا ہرگز جائز نہیں کہ جن کی عقلاً بھی کوئی ضرورت نہیں۔ اور جو لوگ ان بحثوں میں مشغول ہوتے ہیں امام شافعی نے ان کی مذمت کی۔[40]

عبد القاہر بغدادی کا نقطہ نظر:

امام ابو حنیفہ اور امام شافعی علم الکلام سے خوب واقف بھی تھے اور آپ کی علم الکلام میں تصانیف بھی ہیں جیسا کہ امام عبد القاہر بغدادی شافعی اصول الدین میں لکھتے ہیں: واول متکلمیهم من الفقهاءوارباب المذاهب ابوحنيفة والشافعى ،فان اباحنيفة له كتاب فى الرد على القدرية ،سماه الفقه الاكبر،وله رسالة املاها فى نصرة قول اهل السنة :ان الاستطاعة مع الفعل ، ولكنه قال:انها تصلح للضدين،وعلى هذا قوم من اصحابنا ،وللشافعى كتابان فى الكلام :احدهما فى تصحيح النبوة والرد على البراهمة، والثانى فى الرد على اهل الاهواء۔[41]

"فقہاء اور ارباب مذاہب میں سب سے پہلے متکلمین میں ابو حنیفہ اور شافعی ہیں، پس بے شک امام ابو حنیفہ کی قدریہ کے رد میں ایک کتاب ہے، جس کا نام الفقہ الاکبر ہے، ان کا ایک رسالہ بھی ہے جو انہوں نے اہل السنت کے ایک قول کی حمایت میں املا کرایا: کہ بے شک استطاعت فعل کے ساتھ ہوتی ہے، لیکن آپ نے یہ بھی کہا: کہ یہ لفظ ضدین کی صلاحیت رکھتا ہے، ہمارے اصحاب کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے، اور امام شافعی کی علم

---

[40] فخر الدین رازی، محمد بن عمر، **مناقب الامام الشافعی**، (القاہرۃ: مکتبۃ الکلیات الازہریہ، ۱۹۸۶ء)، ۱۰۳-۱۰۴

[41] عبد القاہر بن طاہر، ابو منصور، بغدادی، ۴۲۹ھ م، **اصول الدین**، (استنبول: مطبعۃ الدولۃ، ۱۳۴۶ھ، ۱۹۲۸ء)، ۳۰۸

الکلام میں دو کتابیں ہیں: ایک ''تصحیح النبوۃ والردعلی البراھمۃ" اور دوسری کتاب ''الردعلی اھل الاھواء'' ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ اورا امام شافعی رحمہااللہ علم الکلام سے خوب واقف تھے، لیکن ناپسندیدگی کی وجہ دوسری تھی جیسا کہ جس کی طرف علامہ تفتازانی نے اشارہ کیا ہے وہ چار قسم کے افراد کے لیے ممانعت فرمائی، ان میں سے کوئی بھی مسلمان اس میں مبتلا ہونے کے بعد اپنے عقائد وغیرہ میں فساد پیدا کرلیتا ہے۔

جیسا کہ امام ابوزہرہ لکھتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ: امام رازی رحمہ اللہ نے امام شافعی کی علم الکلام سے اس بیزاری کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ چونکہ علما کی اذیت رسانی پر خلفاء کو آمادہ کرنے والے معتزلہ تھے، اور یہی متکلم بھی تھے، اس وجہ سے آپ دونوں سے بیزار ہوگئے تھے، جیسا کہ امام رازی ایک مقام پر لکھتے ہیں، امام ابوزہرہ اس کو نقل کرتے ہیں کہ:

''مسئلہ خلق قرآن پر اس زمانہ میں جو تلخی پیدا ہوئی اور جس نے ایک فتنہ عظیم کی صورت اختیار کرلی، وہ اہل بدعت کی پیدا کی ہوئی تھی، جنہیں سلطان وقت کی پشت پناہی حاصل تھی، جنہوں نے اپنے زعم میں اہل حق کو کچلا اور دلائلِ محققین کی طرف ذرا بھی ملتفت نہ ہوئے، یہ حکایات وواقعات اتنے مشہور ہیں کہ ہر شخص جانتا ہے، امام شافعی نے محسوس کرلیا کہ ان کے زمانہ میں اس علم کا مقصد نہ طلب حق ہے، نہ خدا کی رضاجوئی، بلکہ صرف دنیا اور ہوس اقتدار، چنانچہ انہوں نے اسے ترک کردیا، اس سے گریزاں ہوگئے، اور اس سے اشتغال رکھنے والوں کو خاطی اور عاصی قرار دیا۔''[42]

اس کے بعد ابوزہرہ لکھتے ہیں: ''علم الکلام سے اس قدر بیزاری کے باوجود کیا امام شافعی واقعی علم الکلام سے ناواقف تھے؟ امام فخر الدین رازی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ وہ اس فن کو جانتے تھے، اور جو روایات منقولہ ان تک پہنچی ہیں، وہ بھی اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ اس فن سے ناواقف نہ تھے۔ امام مزنیؒ ایک مرتبہ علم الکلام میں کسی سے مناظرہ کررہے تھے، آپ نے کہا: ہم لوگ شافعی رحمہ اللہ کے گھر پر موجود تھے اور علم الکلام کے بارے میں ایک دوسرے سے مناظرہ کررہے تھے، اتنے میں شافعی نکلے اور ہماری بعض باتیں سن لیں پھر وہ واپس چلے گئے لیکن فوراً ہی واپس آئے اور کہا کہ میں اس لیے واپس چلا گیا تھا کہ میں نے سنا کہ تم لوگ علم

---

[42] ملخص، ابوزہرہ، محمد، الشافعی، مترجم: سید رئیس احمد جعفری، (لاہور: شیخ غلام احمد سنز، ط، س۔ن)، ۲۶۴۔۲۶۵

الکلام کے بارے میں مناظرہ کر رہے ہو، کیا تم لوگ یہ گمان نہیں کرتے کہ میں اسے ناپسند کرتا ہوں، لیکن میں اس سے ناواقف نہیں ہوں، میں اسے بہت اچھی طرح حاصل کر چکا ہوں، اور اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اس علم کا کوئی مقصد نہیں جس چیز میں مناظرہ کرو اس میں دوسرے کے بارے میں یہ تو کہہ سکتے ہو کہ تم نے غلطی کی، نہ یہ کہ تم نے کفر کیا۔"

ابوزہرہ ان واقعات کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:

بلاشبہ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ اس علم سے اور مسائل کلامیہ سے بہت اچھی طرح واقف تھے، لیکن اسے ناپسند اس لیے کرتے تھے کہ مرد مومن اس میں الجھنے کے بعد ایک دوسرے کی غلطی کا نہیں بلکہ کفر کا اعلان کرنے لگتا ہے۔ آپ علم الکلام کو پسند نہیں کرتے تھے، اور نہ ہی لوگوں کا اس میں مشغول ہونا پسندیدہ تھا، خود اس فن کے متعلقات سے نہ صرف واقف تھے بلکہ اس کو استعمال میں بھی لاتے تھے۔[43]

علامہ جلال الدین سیوطی نے ''صون المنطق والکلام عن فنی المنطق والکلام'' میں بھی ان اہل علم حضرات کی ان آراء کی طرف اشارہ کیا ہے جن کے علم الکلام اور علم منطق وفلسفہ کی مذمت میں اقوال منقول ہیں، اور پھر اس کی وجہ بھی ذکر کرتے ہیں جس کا حاصل وہ وجوہات ہیں جن کو علامہ سیوطی نے اس کتاب کی پہلی جلد کی فہرست میں ذکر کیا ہے جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے فتنہ میں مبتلا ہونے کے بارے خدشات کی صورتیں ذکر فرمائیں، جن میں علم کا مقصد مجادلہ ہو، متشابہات قرآن میں غور وخوض ہونے لگے وغیرہ جیسی وجوہات ہیں۔ مزید علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ دین اصل اتباع کا نام ہے، گویا کہ اسی طریقہ سے وہ تمام مفاسد رفع ہو سکتے ہیں جن کی وجہ سے علم الکلام کی مذمت کی گئی ہے۔[44]

حاصل بحث:

علم الکلام کے بارے اہل علم کی آرا کے تناظر سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جن حضرات کے حوالے سے علم الکلام کی مذمت کے بارے اقوال منقول ہوئے ہیں، وہ مطلق طور پر علم الکلام کی مذمت میں نہیں ہیں، بلکہ اس کے پس پردہ کچھ ایسے عوامل کارفرما ہوتے رہے کہ جن کی وجہ علم الکلام کو اس کے حقیقی مقصد کے خلاف

---

43 ملخص، ابوزہرہ، محمد، الشافعی، مترجم: سید رئیس احمد جعفری، (لاہور: شیخ غلام احمد سنز، ط، س۔ن)، ۲۶۴۔۲۶۵

44 السیوطی، عبدالرحمٰن، جلال الدین، **صون المنطق والکلام عن فنی المنطق والکلام**، تحقیق: الدکتور علی السامی النشار، السیدۃ سعاد علی عبدالرزاق، (سلسلۃ احیاء التراث الاسلامی، طبع دوم، ۱۳۸۹ھ، ۱۹۷۰ء)، ۶۸:۱۔ ۲۲۳

استعمال کیا جاتا رہا، اور بعض گمراہ فرقوں نے اس سے اسلام کے اصولوں کے خلاف فائدہ اٹھانا شروع کیا، جس وجہ سے اہل علم حضرات نے اس دور میں اس پہلو کے پیش نظر علم الکلام کے اس پہلو کی مذمت فرمائی، یہ نہیں کہ ان اہل علم حضرات نے مطلق طور پر علم الکلام کی مذمت کی، وگرنہ اگر مطلق اس کی مذمت ہوتی تو وہی اہل علم جن سے اس کی مذمت میں اقوال منقول ہیں وہ خود اپنے دور میں بہت باصلاحیت متکلمین رہے ہیں، اور علم الکلام پر ان کی تصانیف بھی اس پر دلالت کرتی ہیں، جیسا سابق سطور میں ان کا تذکرہ ہوا۔

حاصل یہ کہ علم الکلام افضل اور اشرف علوم میں سے ہے جس پر دین اسلام کے عقائد کی بنیاد ہے جس میں وہ خاص مباحث شامل ہوں جو اللہ تعالیٰ کے واجب الوجود اور اس کی صفات کو اسلامی قانون کے مطابق ثابت کرنے سے متعلق ہوں، اسی طرح جو نبوت اور آخرت کو اسلامی اصولوں کے مطابق ثابت کرنے سے متعلق ہوں، اور یہ مسائل شریعت کے بنیادی علوم میں سے ہیں، اس میں ایمانیات کے تفصیلی عقائد کی ابحاث شامل ہیں۔ یہ وہ مباحث ہیں جو کتاب وسنت کی تقویت کے لیے ہیں، اس کے مخالف نہیں ہیں، ان میں کوئی حرمت یا کراہت نہیں ہے۔ بلکہ ان مسائل کا اجمالی طور پر جاننا ہر مسلمان پر فرض عین ہے اور تفصیلی طور پر جاننا فرض کفایہ ہے۔ اسی طرح علم الکلام کی ضرورت اس وقت بھی ہوتی ہے جب اسلامی عقائد میں شکوک وشبہات پیدا کیے جارہے ہوں اور ان کا ازالہ مقصود ہو، اور مبتدعین کے شبہات کے جوابات دینے اور ان کے استدلالات کو رد کرنے کی ضرورت ہو۔

البتہ جہاں تک علم الکلام کی مذمت کا تعلق ہے تو اس میں وہ فلسفیانہ مباحث شامل ہیں جن کا درج بالا امور میں سے کسی سے بھی تعلق نہیں ہے، جس میں عقائد ومسائل کا اثبات کتاب وسنت اور شرعی اصولوں سے ہٹ کر محض عقل کی بنیاد پر کیا جاتا ہے، جس کا نتیجہ لازمی طور پر قرآن وسنت کے اصولوں کے برعکس ظاہر ہوتا ہے، اسی وجہ سے علم الکلام کے اس پہلو کی اہل علم حضرات نے مذمت کی ہے، اسی طرح ان چار قسم کے افراد کے لیے بھی علم الکلام میں بحث کرنے کی مذمت کی گئی ہے جن کی طرف علامہ تفتازانی نے اشارہ کیا ہے، ان میں سے کوئی بھی شخص اس میں مبتلا ہونے کے بعد اپنے عقائد میں فساد پیدا کر لیتا ہے۔